www.pakcity.org www.pakcity.org www.pakcity.org

مُکالمہ نگاری

مکالمہ کے لغوی معنی ہیں کلام یا گفت گو کرنا۔ اصطلاح میں دو یا دو سے زیادہ افراد کے مابین کسی موضوع سے متعلق گفت گو کرنے کو 'مکالمہ' کہتے ہیں۔ اچھا مکالمہ وہ ہے جس میں روز مرّہ بات چیت کا انداز اور بے تکلّف لب ولہجہ اختیار کیا گیا ہو اور جو حقیقی زندگی کے قریب تر ہو۔ تحریر و تقریر میں مکالمے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ بات چیت ہی سے کسی فرد کی شخصیت اور صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ اچھے مکالمے کے لیے درج ذیل امور کا خیال رکھیں:

- مکالمے کے آغاز میں سیاق و سباق اور موقع و محل بیان کیا جائے۔
- مکالمہ چاہے جس موضوع پر بھی کیوں نہ ہو، گفت گو کرتے وقت مخاطب کے مقام و مرتبہ کا خیال رکھا جائے۔
- زبان و بیان پر عبور، عمدہ اسلوبِ گفت گو اور مکالماتی کرداروں کی سیرت اور فطری ماحول کی واضح تصویر کشی مکالمہ نگاری میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔
- مکالمہ لکھتے وقت زمانی اور مکانی ترتیب و تنظیم کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔
- مکالمے کا اختتام فطری انداز میں ہونا چاہیے۔
- مکالمے اتنے طویل نہ ہوں کہ قاری اکتا جائے اور نہ ہی اتنے مختصر ہوں کہ تشنگی باقی رہ جائے۔
- مکالمہ نگاری میں رموزِ اوقاف کو خصوصی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ مناسب علامات مکالمہ میں اثر آفرینی کا باعث ہوتی ہیں۔
- مکالمہ میں تصنع اور بناوٹ کے بجائے فطری بے ساختگی سے کام لیا جائے۔
- گفت گو کے ساتھ ساتھ جسمانی حرکات و سکنات اور اشارات کا بھی خیال رکھا جائے۔

www.pakcity.org

۱ دو دوستوں کے مابین امتحان کی تیاری سے متعلق مکالمہ

(چھٹی والے دن ایک باغیچے میں صہیب کی ملاقات اپنے دوست وقار کے ساتھ ہوتی ہے۔ دونوں ایک بینچ پر بیٹھ جاتے ہیں اور امتحان کی تیاری کے سلسلے میں گفت گو کرتے ہیں۔)

صہیب: السلام علیکم!

وقار: وعلیکم السلام، واہ جی واہ! سیر ہو رہی ہے، امتحان کی کوئی فکر نہیں ہے کیا!

صہیب: دوست! کیوں نہیں، تمھیں تو معلوم ہے کہ اگلے ہفتے سے گیارھویں جماعت کے سالانہ امتحان شروع ہو رہے ہیں۔ اتفاقاً ملاقات ہو ہی گئی ہے تو چلیں امتحان کی تیاری کے متعلق کچھ مشورہ ہی کر لیا جائے۔

Please visit for more data at: www.pakcity.org

www.pakcity.org www.pakcity.org www.pakcity.org

وقار: کیوں نہیں! میں تو خود اسی بارے میں سوچ رہا تھا، اچھا ہوا کہ ملاقات ہو گئی۔

صہیب: (ڈیٹ شیٹ جیب سے نکالتے ہوئے) یار! بتاؤ امتحان کی تیاری کیسے کرنی ہے؟

وقار: یار! سارا سال کالج اور گھر میں پڑھتے تو رہے ہیں، اب فکر کس بات کی؟

صہیب: ہاں! کہ تو تم ٹھیک ہی رہے ہو مگر یہ بتاؤ کہ امتحان میں زیادہ سے زیادہ نمبر کیسے لیتے ہیں؟

وقار: دوست! پریشان کیوں ہوتے ہو! نمبر بھی آ جائیں گے۔ ایسا کرتے ہیں کہ امتحان سے پہلے تمام مضامین کی ایک دفعہ دہرائی کر لیں اور اگر کسی مضمون میں کوئی مشکل پیش آئے تو آپس میں مشورہ کر لیا کریں۔ کیا خیال ہے؟

صہیب: (خوشی کے ساتھ) بالکل ٹھیک! ایسا کرتے ہیں کہ امتحان کے دنوں میں ہم اکٹھے تیاری کریں گے۔ مجھے فزکس کا مضمون تھوڑا سا مشکل لگتا ہے، وقتِ ضرورت اس مضمون میں میری مدد کر دیا کرنا۔

وقار: کیوں نہیں! مجھے بھی ریاضی کے مضمون میں تمھاری مدد کی ضرورت ہو گی۔ ہم دونوں مل کر پڑھیں گے، ایک دوسرے سے تعاون کریں گے اور امتحان میں اچھے نمبر لیں گے۔

صہیب: (تھوڑا توقف کرتے ہوئے) ایک اور مسئلہ ہے کہ ہم اکٹھے بیٹھ کر کہاں تیاری کریں گے؟

وقار: (فوری جواب دیتے ہوئے) یہ کون سا مسئلہ ہے! میرا ڈرائنگ روم حاضر ہے۔

صہیب: یار بات تو تمھاری ٹھیک ہے لیکن مجھے تمھارے گھر ہر روز آنا جانا اچھا نہیں لگے گا۔

وقار: اچھا کیوں نہیں لگے گا؟ پڑھنے کے لیے آنا ہے، میرا خیال ہے میرے گھر والے بھی اس بات سے خوش ہوں گے۔

صہیب: یار خوش تو ہوں گے لیکن ڈرائنگ روم میں اور بھی تو مہمان آتے جاتے ہوں گے، وہ بھی ڈسٹرب ہوں گے اور ہم بھی۔

وقار: (اثبات میں سر ہلاتے ہوئے) یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں، واقعی مہمانوں کا تو آنا جانا لگا ہی رہتا ہے۔ پھر کیا کرنا چاہیے؟ امتحان کی تیاری کے لیے ہمارا اکٹھے بیٹھنا بھی ضروری ہے لیکن معقول جگہ بھی نہیں ہے۔

صہیب: (ذرا سا پریشان ہو کر) میں اپنے گھر ہی میں انتظام تو کر لیتا مگر تم تو جانتے ہو کہ میرا گھر چھوٹا ہے اور افرادِ خانہ زیادہ ہیں۔ سونے پہ سہاگہ یہ کہ ڈرائنگ روم کا نام و نشان ہی نہیں۔

وقار: اچھا اچھا! منھ نہ بناؤ، میں امّی سے بات کروں گا، وہ یقیناً کوئی نہ کوئی حل نکال لیں گی۔ شاید ہمارے لیے وہ کسی اور کمرے میں انتظام کر دیں۔

صہیب: (خوش ہوتے ہوئے) یہ ٹھیک ہے، مجھے یقین ہے کہ خالہ کوئی نہ کوئی حل ضرور نکال لیں گی۔

وقار: ان شاءاللہ۔۔۔ اچھا تو پھر میں چلتا ہوں اور آج ہی بات کر کے تمھیں بتاتا ہوں۔ اللہ حافظ!

صہیب: اللہ حافظ! (دونوں دوست اٹھتے ہیں اور اپنے اپنے گھر روانہ ہو جاتے ہیں۔)

Please visit for more data at: www.pakcity.org

www.pakcity.org www.pakcity.org www.pakcity.org

❷ ماں اور بیٹی کے مابین کھانے پینے کے آداب پر مکالمہ

(ایک ماں گھر میں اپنی بیٹی کی کالج سے واپسی کا انتظار کر رہی ہے، بیٹی گھر آتی ہے۔)

بیٹی: السلامُ علیکم!

ماں: وعلیکم السّلام، آ گئی ہو بیٹی!

بیٹی: جی ماں جی! آ تو گئی ہوں پر آج بھوک بہت لگی ہے، مجھے جلدی سے کھانا دے دیں۔

ماں: ہیں! وہ کیوں بھلا! آج اتنی بھوک کیوں لگ گئی میری بیٹی کو؟

بیٹی: ماں جی! آپ کو تو پتا ہے کہ صبح کالج سے دیر ہو رہی تھی اس لیے تیزی میں ناشتا تھوڑا سا کیا تھا اور چائے بھی بھاگم بھاگ میں پی تھی۔

ماں: (گھر کے کھلے باورچی خانے میں کھانا تیار کرنے لگتی ہے اور ساتھ ساتھ بیٹی سے باتیں کرتی ہے) بیٹی! اس کا مطلب ہے کہ تم نے کھانے پینے کے آداب کو نظر انداز کیا۔ مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہر وہ کام جو آداب سے عاری ہو، اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کو سخت ناپسند ہے۔

بیٹی: (تھوڑی سی شرمندگی کے ساتھ) ماں جی! کیا عجلت میں کھانا پینا اتنا ہی غلط کام ہے؟

ماں: ہاں بیٹی! ہمیں کھانے پینے میں کبھی جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔ ناشتہ ہو یا کھانا، ہمیں ہاتھ دھو کر بڑے ادب کے ساتھ صاف ستھری جگہ پر بیٹھ کر تسلّی کے ساتھ کھانا پینا چاہیے اور جتنی بھوک ہو اتنا ہی کھانا چاہیے۔

بیٹی: ٹھیک ہے ماں جی! مگر اتنا تو کر لیا کریں کہ میری پسند کے کھانے تیار کیا کریں، آپ کبھی گوبھی، کبھی کدو اور دال بنا لیتی ہیں۔ بندے کا برگر، پیزا اور بریانی وغیرہ کھانے کو بھی جی چاہتا ہے آخر!

ماں: ہاں ہاں بیٹی! تمھاری پسند کا بھی خیال ہوتا ہے مجھے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم سبزی اور دال سے منھ موڑ لو۔ یاد رکھو یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں اور ہمیں کفرانِ نعمت ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ تمھیں یہ بھی پتا ہونا چاہیے کہ کدو رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی پسندیدہ غذا تھی۔ (بحوالہ صحیح بخاری: ۵۳۷۹)

بیٹی: جی ماں جی! آپ کی باتیں سن کر مجھے احساس ہو رہا ہے کہ واقعی سب چیزیں اللہ کی نعمتیں ہیں۔

ماں: (خوش ہوتے ہوئے) شاباش! میری پیاری بیٹی، مجھے تم سے یہی امید تھی۔ چند باتیں اور یاد رکھو، تم اتنی بڑی ہو، تمھیں پتا بھی ہے کہ کھانا ہاتھوں کو اچھی طرح دھو کے کھاتے ہیں، کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئیں تو تولیے سے صاف نہیں کرتے لیکن کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر تولیہ برتنے میں حرج نہیں۔ کھانا دائیں ہاتھ سے کھاتے ہیں، اکیلے ہوں یا زیادہ لوگ ہمیشہ پلیٹ میں اپنی طرف سے کھاتے ہیں۔ کھانا بیٹھ کر کھاتے ہیں اور کھانے کے دوران میں زیادہ بولتے نہیں ہیں۔ سب سے اہم بات یہ کہ

Please visit for more data at: www.pakcity.org

www.pakcity.org www.pakcity.org www.pakcity.org

اپنی بھوک کے مطابق کھاتے ہیں۔

بیٹی: ماں جی! کھانے کے اتنے زیادہ آداب ہیں کیا؟

ماں: اور کیا بیٹی، کون سا ایک ہی بار کھانا ہوتا ہے، یہ ہماری زندگی کا حصہ ہے۔ایک اور بات یاد رکھو کہ کھانا ہرگز ضائع نہیں کرنا چاہیے ورنہ یہ کھانے کی بے ادبی اور ناشکری ہوگی۔اگر ہم اپنی بھوک کے ساتھ ساتھ دوسروں کی بھوک کا بھی احساس کریں تو یہ ضائع نہیں ہوتا بلکہ کسی اور کی بھوک مٹاتا ہے۔

بیٹی: ماں جی! یہ تو بہت اچھی باتیں ہیں۔یہ بھی بتا دیں کہ پانی اور چائے وغیرہ پینے کے کیا آداب ہیں؟

ماں: پانی صاف ستھرے برتن میں بیٹھ کر پینا چاہیے، پیتے ہوئے کم از کم تین بار وقفہ کرنا چاہیے، پانی یا چائے وغیرہ تیزی سے پئیں تو ہچکی بھی لگ سکتی ہے اور کپڑے بھی خراب ہو سکتے ہیں۔پانی پینے کے بعد اونچی آواز میں ڈکار نہیں لینی چاہیے۔

بیٹی: (بڑے ادب کے ساتھ) ماں جی! میں وعدہ کرتی ہوں کہ آیندہ کھانے پینے کے تمام آداب کا خیال رکھوں گی۔

ماں: شاباش بیٹی! مجھے تم سے یہی امید تھی۔چلو! اب یونیفارم بدلو اور کھانا کھاؤ۔تیار ہو گیا ہے تمھاری پسند کا کھانا۔

(بیٹی کپڑے بدلنے جاتی ہے اور ماں اتنی دیر میں دسترخوان بچھا دیتی ہے۔)

۳ استاد کے ساتھ دو شاگردوں کا متوازن غذا سے متعلق مکالمہ

(تفریح کے پیریڈ کے دوران میں صائمہ اور عاتکہ کی ملاقات ان کی ٹیچر سے اسٹاف روم میں ہوتی ہے جو اس وقت کمرے میں اکیلی بیٹھی ہوئی ہیں۔)

صائمہ اور عاتکہ: (اسٹاف روم میں جھانکتے ہوئے) ٹیچر السلام علیکم! کیا ہم اندر آسکتی ہیں؟

ٹیچر: وعلیکم السلام، آجاؤ بچو، کیا کوئی کام ہے مجھ سے؟

صائمہ اور عاتکہ: جی ٹیچر۔

ٹیچر: بھئی! کیا کام پڑ گیا میری شاگردوں کو مجھ سے، آؤ بیٹھو!

صائمہ اور عاتکہ: (جھجکتے ہوئے ٹیچر کے قریب صوفے پر بیٹھ جاتی ہیں اور صائمہ بات کرتی ہے) ٹیچر آج جو آپ نے سبق پڑھایا بہت اہم تھا لیکن کچھ باتیں سمجھنے والی ہیں آپ سے!

ٹیچر: کون سی باتیں؟ پوچھو جو کچھ پوچھنا ہے۔

عاتکہ: ٹیچر! آپ نے متوازن غذا کا لفظ بولا تھا، غذا کے بارے میں تو ہم جانتے ہیں، متوازن غذا سے کیا مراد ہے؟

ٹیچر: بچو! متوازن غذا سے مراد ہماری کھانے پینے والی ایسی خوراک ہے جس میں اعلیٰ درجے کی غذائی صلاحیت موجود ہو۔

Please visit for more data at: www.pakcity.org

صائمہ اور عاتکہ: (یک زبان ہو کر) اعلیٰ درجے کی غذائی صلاحیت!!

ٹیچر: جی ہاں! اعلیٰ درجے کی غذائی صلاحیت سے مراد وہ غذا ہے جو اضافی کیلوریز سے پاک ہو اور ایسے طریقے سے تیار کی گئی ہو یا پکائی گئی ہو جس سے اس کے غذائی اجزا محفوظ رہیں، وہ نظامِ ہضم کو یا جسم کے کسی دوسرے نظام کو خراب نہ کرے۔

صائمہ: براہِ کرم! کچھ اور وضاحت کر دیں۔

ٹیچر: بچو! غذا میں اگر یہ خوبیاں، جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے، نہ ہوں تو وہ نامکمل یا غیر متوازن غذا یا خوراک کہلائے گی۔ ایسی خوراک سے جسم میں درد کی شکایت، ہڈیوں کی کمزوری، منھ میں چھالے، بدہضمی، تیزابیت، نظر کی کمزوری اور جلد پر داغ دھبے ابھرنا جیسے امراض لاحق ہو سکتے ہیں۔

صائمہ: ٹیچر یہ تو ہم نے کبھی سوچا ہی نہیں، ہم تو بغیر سوچے سمجھے جو سامنے آئے کھا جاتے ہیں۔

ٹیچر: بچو! ہم کون سا جانور ہیں۔ ہمیں اللہ نے عقل و شعور دیا ہے۔ ہمیں اپنی صحت بہتر رکھنے کے لیے کھانے پینے والی اشیا کے بارے میں ہمیشہ غور کرنا چاہیے۔ جس طرح کسی گاڑی کو اچھے پیٹرول کی ضرورت ہوتی ہے۔ چولھا جلانے کے لیے اچھے ایندھن کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح جسم کو تندرست و توانا رکھنے کے لیے اچھی اور متوازن غذا نہایت ضروری ہے۔

عاتکہ: ٹیچر آج آپ نے غذائی اجزا کے بارے میں بھی کچھ بتایا تھا، براہِ کرم! اس کی بھی وضاحت کر دیں۔

ٹیچر: متوازن غذا میں بنیادی طور پر چھے اجزا کا شامل ہونا ضروری ہے۔ یعنی کاربوہائیڈریٹس، وٹامنز، پروٹین، نمکیات، چربی اور پانی۔ زندگی اور صحت کو برقرار رکھنے کے لیے ان چیزوں کی جسم کو فراہمی نہایت ضروری ہے۔

صائمہ: ٹیچر! یہ اجزا کس طرح کی غذاؤں میں پائے جاتے ہیں؟

ٹیچر: یہ اجزا پھل، تازہ سبزیوں، گوشت، انڈے اور دودھ وغیرہ میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔

صائمہ: ٹیچر آپ نے قدرتی غذا کے بارے میں بھی بتایا تھا، یہ کون سی غذا ہوتی ہے بھلا؟

ٹیچر: قدرتی غذا سے مراد ہے وہ چیزیں جو ہم پکا کر نہ کھائیں مثلاً کچی سبزیاں، تازہ پھل اور دودھ دہی وغیرہ قدرتی غذا میں شامل ہیں۔

عاتکہ: ٹیچر! ہمیں کھانے پینے کے متعلق کس چیز کی بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہیے؟

ٹیچر: عاتکہ بیٹا! یہ تم نے بہت اچھا سوال کیا۔ یاد رکھیں صفائی ستھرائی متوازن غذا کا خاص حصّہ ہے۔ اگر پھل، سبزی، گوشت وغیرہ اچھی طرح صاف کر کے نہ استعمال کیے جائیں تو بیماریاں لاحق ہو سکتی ہیں۔ بہت کم یا بہت زیادہ کھانا بھی صحّت کے لیے نقصان دہ ہے۔

صائمہ: ٹیچر! کھانے کے بارے میں تو بہت سی معلومات مل گئیں، کچھ پینے کے بارے میں بھی بتا دیں۔

www.pakcity.org

www.pakcity.org www.pakcity.org www.pakcity.org

ٹیچر: یہ بات بھی بہت اہم ہے۔ پانی ہماری غذا اور جسم کا اہم جزو ہے۔ زیادہ ٹھنڈا اور زیادہ گرم پانی دونوں صورتوں میں نقصان دہ ہے۔ ہمیں پانی صاف شفّاف اور زیادہ پینا چاہیے۔ بازاری مشروبات سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہیے۔

عاتکہ: ٹیچر اگر اجازت دیں تو ایک سوال آپ کی ذات کے متعلق پوچھ لوں کہ آپ نے اپنے آپ کو اتنا چاق چوبند کیسے رکھا ہوا ہے؟

ٹیچر: (مسکراتے ہوئے) میں بازار کے کھانوں سے پرہیز کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ گھی یا تیل کا غیر مناسب استعمال، مرچ مسالوں کی بہتات اور بے وقت کے کھانے نہیں کھاتی کیوں کہ یہ سب مختلف بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔ اور ہاں اس کے بعد چہل قدمی ضرور کرتی ہوں۔

عاتکہ: ٹیچر آپ کا بہت بہت شکریہ، تفریح کا وقت ختم ہو رہا ہے، ہم اپنی جماعت میں جائیں؟

ٹیچر: ٹھیک ہے جاؤ اور ہاں مجھے آپ جیسے بچے اچھے لگتے ہیں۔

صائمہ اور عاتکہ: (ایک ساتھ) شکریہ ٹیچر اللہ حافظ!

۴ ایک کسان کا صنعت کار سے مکالمہ

(ایک کسان کی چینی بنانے والے کارخانے میں صنعت کار سے ملاقات ہوتی ہے۔)

کسان: (جھجکتے ہوئے صنعت کار کے کمرے میں داخل ہوتا ہے) السلام علیکم!

صنعت کار: (کارخانے کا مالک) وعلیکم السّلام، آؤ بیٹھو! بتاؤ کیسے آنا ہوا؟

کسان: جناب گنے کا ٹرک لایا ہوں۔

صنعت کار: کتنے ٹرک لائے ہو؟

کسان: جناب! ایک ٹرک ہے۔

صنعت کار: صرف ایک ہی ٹرک؟

کسان: جناب آپ تو مذاق کر رہے، جب کہ آپ تو اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں چھوٹا کاشت کار ہوں۔ تھوڑی سی زمین سے اتنی ہی فصل اگائی جا سکتی ہے۔

صنعت کار: اچھا! کتنی زیرِ کاشت زمین ہے تمھارے پاس؟

کسان: جناب صرف چار ایکڑ ہیں۔

صنعت کار: پھر تو کم از کم چار ٹرک آنے چاہییں تھے۔

کسان: چار ٹرک! جناب کیا بات کرتے ہیں، آپ نے ٹرک کا سائز دیکھا ہے کیا؟

Please visit for more data at: www.pakcity.org

www.pakcity.org www.pakcity.org www.pakcity.org

صنعت کار: (مسکراتے ہوئے) چلو دو ٹرک تو بھر لیتے۔

کسان: آپ اس کرسی پر بیٹھ کر کہہ سکتے ہیں۔آپ کو کیا خبر ہمارے مسائل کیا ہیں۔ ہماری زمینیں اس قابل کہاں کہ اتنی پیداوار دیں۔نہر ہے نہیں، بارشیں وقت پر ہوتی نہیں اور کھاد میسّر نہیں۔ہم غریب آخر کر کیا سکتے ہیں؟

صنعت کار: اتنی غریبی اور مجبوری بھی نہ دکھاؤ، حقیقت یہ ہے کہ تم لوگوں نے محنت کرنا چھوڑ دی ہے۔

کسان: (تھوڑا سا غصّہ کھاتے ہوئے) جناب! جتنی محنت ہم کرتے ہیں آپ تو سوچ بھی نہیں سکتے۔ باتیں کرنے میں اور محنت کرنے میں بہت فرق ہے۔آپ تو وہ ہیں جو صرف ہم جیسوں کا مذاق ہی اڑا سکتے ہیں، تعاون نہیں کر سکتے۔

صنعت کار: تعاون کرنے سے تمھارا کیا مطلب ہے؟

کسان جناب آپ کے کارخانے کے باہر چار چار دن قطاروں میں کھڑے ہونا پڑتا ہے، پھر کہیں جا کر ہماری باری آتی ہے اور یہ کبھی سوچا ہے آپ نے کہ گنے کا بھاؤ کیا ہونا چاہیے؟ ہمیں دیتے کیا ہیں آپ؟ فصل کاشت کرنے کی محنت، اس کی لمحہ لمحہ حفاظت، اس کی کٹائی اور سب سے بڑھ کر اسے ٹرک پر لادنا، کارخانے تک لانا، اپنی باری کا انتظار کرنا۔کیا یہ باتیں کبھی آپ کے ذہن میں آتی ہیں؟

صنعت کار: اوہو! تم تو غصہ ہی کر گئے۔تم نے تو مجھے ظالم ہی سمجھ لیا۔ میرا مطلب تمھارا دل دکھانا یا تنگ کرنا نہیں تھا۔میں تو چاہتا ہوں کہ تم لوگ زیادہ سے زیادہ اناج پیدا کرو تا کہ تمھارے گھروں میں خوش حالی آئے۔ جہاں تک گنے کی قیمت کی بات ہے تو وہ حکومت طے کرتی ہے۔میں نے تو آپ لوگوں سے ہمیشہ تعاون کیا ہے۔کبھی گنّا تولنے کی شکایت نہیں ہونے دی اور نہ ہی رقم ادا کرنے میں دیر کی۔لوگ تو کئی کئی مہینوں بعد رقم کی ادائیگی کرتے ہیں جب کہ میں نے اسے تمھارے لیے نقد آور فصل بنا دیا ہے۔

کسان: (دھیمے لہجے سے) جی جی معاف کیجیے گا صاحب، میں بلا وجہ جذباتی ہو گیا تھا۔آپ نے تو واقعی ہم غریب کسانوں کا خیال رکھا ہے۔

صنعت کار: (صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کوئی بات نہیں، بیٹھ جاؤ! کوئی ٹھنڈا یا گرم پینے کی طلب ہے تو بلا جھجک بتاؤ، منگوا دیتا ہوں۔

کسان: (خوش ہو کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے) شکریہ سرکار! اللہ آپ کا بھلا کرے۔

صنعت کار: (ایک ملازم شریف حسین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ چودھری صاحب کے ساتھ جا کر گنا اتر واؤ اور کیشیئر سے کہو کہ ان کا حساب کر دے) جائیں شریف حسین کے ساتھ، یہ آپ کے ساتھ جا کر گنا اتر واتا ہے اور آپ کی رقم دلواتا ہے۔

کسان: (صوفے سے اٹھتے ہوئے) شکریہ جناب!

Please visit for more data at: www.pakcity.org

www.pakcity.org www.pakcity.org www.pakcity.org

صنعت کار: اور ہاں کوئی اور بھی مسئلہ ہے تو بتا دو۔

(کسان تشکّر آمیز نظروں سے صنعت کار کی طرف پیچھے مڑ کر دیکھتا ہے، سینے پہ ہاتھ رکھ کے تھوڑا سا جھکتا ہے اور مسکراتے ہوئے ملازم کے ساتھ کمرے سے باہر چلا جاتا ہے۔)

۵ باپ کا بیٹے کے داخلے کے لیے پرنسپل سے مکالمہ

(بیٹے کے سالِ اوّل میں داخلے کے لیے ایک والد پرنسپل کے دفتر میں آتا ہے۔)

باپ: (دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے) السلام علیکم! کیا میں اندر آ سکتا ہوں جناب؟

پرنسپل: وعلیکم السلام! آیئے تشریف لایئے! فرمائیں کیسے آنا ہوا؟

باپ: جناب میں اپنے بیٹے کے سالِ اوّل میں داخلے کے لیے آیا ہوں۔

پرنسپل: کس شعبے میں داخلہ لینا ہے آپ کے بیٹے نے؟

باپ: جناب! ہم اسے ڈاکٹر بنانا چاہتے ہیں۔

پرنسپل: بہت خوب! کتنے نمبر لیے ہیں صاحب زادے نے؟

باپ: (توقّف سے) میرا خیال ہے سات سو کے قریب قریب ہیں۔

پرنسپل: خیال ہے کا کیا مطلب؟ پورے نمبر بتائیں۔

باپ: جناب! میں اتنا پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ (رزلٹ کارڈ پیش کرتے ہوئے) مہربانی کر کے یہ سرٹیفکیٹ خود ہی دیکھ لیجیے۔

پرنسپل: (رزلٹ کارڈ دیکھتے ہوئے) آپ کے بیٹے کے سات سو پندرہ نمبر ہیں۔ ہمارے کالج کے میرٹ سے کم ہیں، مشکل ہی ہے کہ اسے پری میڈیکل میں داخلہ مل سکے۔

باپ: مزدور کا بچہ ہے عالی جناب! پڑھتا بھی رہا ہے اور کام پہ میرا ہاتھ بھی بٹا تا رہا ہے۔ گھر میں اسے پڑھانے والا بھی کوئی نہیں تھا۔ خود ہی محنت کی ہے اس نے۔ آپ داخلہ دے دیں گے تو بہتر ہو جائے گا۔

پرنسپل: وہ تو آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن ہمارے کالج میں داخلے میرٹ پر ہوتے ہیں۔

باپ: عالی جاہ! کرونا کے دنوں میں سکول بند رہے ہیں۔ یہ بھی وجہ بنی ہے اس کے نمبر کم آنے کی۔ اب یہ موذی وبا کم ہوئی ہے تو روزانہ پڑھنے آئے گا اور اچھے نمبر لے کر دکھائے گا آپ کو!

پرنسپل: آپ اسے ڈاکٹر ہی کیوں بنانا چاہتے ہیں؟ اسے کامرس یا آرٹس کے شعبے میں داخل کروا دیں کسی بینک میں اچھی نوکری مل جائے گی، وکیل بن جائے گا، جج بنے گا یا اور بیسیوں نوکریاں مل سکیں گی اس کو۔

Please visit for more data at: www.pakcity.org

www.pakcity.org www.pakcity.org www.pakcity.org

باپ: (چہرے پر پریشانی کے آثار) بات تو ٹھیک ہے صاحب جی آپ کی لیکن میری اور اس کی ماں کی ساری عمر خواہش رہی ہے کہ وہ ڈاکٹر بنے۔ میں نے بہت محنت کر کے اسے پڑھایا ہے، حالاں کہ ہمارے حالات اچھے نہیں تھے۔ میں نے تنگیاں کاٹ لیں لیکن اسے سکول سے نہ اٹھایا۔ میرے بیٹے کا بھی دل ٹوٹ جائے گا اگر وہ ڈاکٹر نہ بنا تو۔

پرنسپل: آپ کا اتنا ہی اصرار ہے تو دیکھ لیتے ہیں۔ آپ دوسری یا تیسری میرٹ لسٹ کا انتظار کریں، ہوسکتا ہے کہ اس کا نام کسی لسٹ میں آجائے۔

باپ: اللہ آپ کا بھلا کرے!

پرنسپل: کیا کالج کے اخراجات برداشت کر پائیں گے آپ؟ میرا کہنے کا مطلب ہے اس کی فیس، یونیفارم، جیب خرچ، سٹیشنری کا خرچ، کتابوں، کاپیوں کا خرچ اور اس کے یہاں آنے جانے کا خرچ، کیسے اٹھا پائیں گے اتنا سارا بوجھ؟

باپ: (روہانسا ہوکر) داخلہ تو مل جائے، اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی سبب بنا دے گا خرچے کا۔ اس کی ماں کی بالیاں ہیں، بیچ ڈالوں گا۔

پرنسپل: (سنجیدہ ہوکر) نہیں نہیں، اس کی نوبت نہیں آئے گی۔ آپ کے بیٹے کا داخلہ ہو گیا تو میرے پاس آیئے گا۔ اس کی فیس بھی معاف ہوجائے گی اور کالج کے بہبود فنڈ سے آپ کی مالی مدد بھی ہوجائے گی۔

باپ: (چہرہ خوشی سے کھل اٹھتا ہے) اللہ آپ کا اقبال بلند کرے، آپ کے بچے جیئیں۔

پرنسپل: شکریہ، اب آپ جائیں۔ بیٹے کا داخلہ ہو گیا تو اسے میرے پاس بھیج دینا، میں اسے سمجھا دوں گا کہ کیا کرنا ہے۔

(بچے کا والد خوشی خوشی دفتر سے باہر چلا جاتا ہے۔)

٦ الیکشن کے امیدوار اور ووٹر کے درمیان مکالمہ

(الیکشن میں حصہ لینے والا ایک سابق ممبر صوبائی اسمبلی نئے الیکشن کے لیے ووٹ مانگنے کسی کے گھر جاتا ہے جہاں اس کی ملاقات ایک ووٹر سے ہوتی ہے۔)

امیدوار: (ووٹر کے دروازے سے ظاہر ہونے پر پُرجوش ہوتے ہوئے) السّلام علیکم جناب!

ووٹر: وعلیکم السّلام، جی فرمایئے کیا خدمت کر سکتا ہوں آپ کی؟

امیدوار: شاید آپ نے پہچانا نہیں مجھے۔ میں آپ کے حلقے کا سابق ایم پی اے ہوں۔

ووٹر: اچھا اچھا! یاد آ گئی ہماری!

امیدوار: یاد کی کیا بات ہے، آپ تو ہمارے دل میں بستے ہیں جناب!

ووٹر: (طنزیہ لہجہ اختیار کرتے ہوئے) محلے میں بستے ہوئے تو کبھی پوچھا نہیں، یہ ہم دل میں کب سے بسنے لگے؟

Please visit for more data at: www.pakcity.org

امیدوار: (کھسیانی ہنسی کے ساتھ) ہم تو ہمیشہ سے جناب کے خدمت گار رہیں۔

ووٹر: لگے ہاتھوں کسی ایک خدمت کا بھی بتا دیجیے جو آپ نے ہمارے لیے کی ہو۔

امیدوار: (پریشان ہوکر) آپ کا مطلب ہے کہ میں نے پچھلے پانچ سالوں میں اس محلے کا کوئی کام نہیں کیا؟

ووٹر: کیا ہوگا لیکن میرے علم میں تو کبھی نہیں آیا۔

امیدوار: (جیب سے ایک فہرست نکالتے ہوئے) یہ دیکھیے ثبوت، ایک لمبی فہرست ہے خدمات کی جو میں نے اپنے حلقے کی فلاح و بہبود کے لیے انجام دیں۔

ووٹر: (قدرے حیرت سے) ذرا مجھے بھی دکھائیے۔

امیدوار: دیکھنا کیا ہے؟ میں پڑھ دیتا ہوں۔ پچاس سٹریٹ لائٹس، چھے سڑکوں کی مرمت، پارکوں کی صفائی، صاف پانی کی فراہمی، نکاسیِ آب کا انتظام، کیا کچھ نہیں کروایا میں نے؟

ووٹر: جناب! ہماری گلی میں تو آج تک کوئی کام نہیں ہوا۔ جگہ جگہ گڑھے نظر آتے ہیں، کہاں ہے نکاسیِ آب کا انتظام؟ ذرا ہم بھی تو دیکھیں۔

امیدوار: فنڈز آلینے دیں، یہ گلی بھی ٹھیک ہو جائے گی۔

ووٹر: فنڈز تو آپ کو تب ہی ملیں گے جب آپ آیندہ الیکشن جیتیں گے۔

امیدوار: کیا مطلب! آپ مجھے ووٹ نہیں دینا چاہتے؟

ووٹر: (مسکراتے ہوئے) نہیں جناب! کھری بات کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ میں آپ کا مخالف ہوں۔ حق سچ کی بات سامنے کر دینی چاہیے۔ اجتماعی مفادات کی بات کرنا ہم سب کا فرض بنتا ہے۔

امیدوار: حق سچ کی بات تو یہ بھی ہے کہ میرا مخالف امیدوار اہلیت ہی نہیں رکھتا کہ اسے میرے حلقے سے ایک بھی ووٹ دیا جائے۔ نہ وہ یہاں کا مستقل رہائشی اور نہ ہی اس کا شان دار ماضی۔

ووٹر: (بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے) آپ کہہ سکتے ہیں۔ وہ آپ کا سیاسی مخالف جو ہوا لیکن میرے خیال میں سیاسی مخالف ہونا اتنا بھی برا نہیں ہے۔ جو سیاست دان اپنے حلقے سے لے کر قومی سطح تک بہتر کارکردگی دکھائے گا، عزّت پائے گا۔ ویسے میں اعتماد سے کہہ سکتا ہوں کہ میرا ووٹ نظریاتی ہے۔

امیدوار: (ذرا سا چونک کر) نظریاتی سے آپ کی کیا مراد ہے؟

ووٹر: میں صرف شخصیت کو نہیں دیکھتا بلکہ غور کرتا ہوں کہ امیدوار کا تعلق کس پارٹی سے ہے اور اس کا منشور کیا ہے۔ کیا پارٹی نے جو امیدوار الیکشن کے لیے متعارف کرایا ہے، وہ اس قابل ہے کہ پارٹی کے منشور کے مطابق کام کر سکے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ منتخب ہونے کے بعد نہ تو وہ اپنے حلقے پر توجہ دے اور نہ ہی پارٹی کے منشور پر۔

امیدوار: پھر تو یقیناً آپ ہماری پارٹی کے منشور سے آگاہ ہوں گے۔ ہم نے ماضی میں بھی ملک و قوم کی خدمت کی ہے اور آیندہ بھی

www.pakcity.org

www.pakcity.org www.pakcity.org www.pakcity.org

کریں گے۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میری اپنی پارٹی کے ساتھ وابستگی آج کی نہیں ہے بلکہ تیس برسوں سے ہے۔ میں پارٹی کے ساتھ نہیں پارٹی کے نظریے کے ساتھ کھڑا ہوں۔

ووٹر: ہاں میں آپ کی پارٹی سے آگاہ ہوں اور اس کی کارکردگی بھی جانتا ہوں۔ کسی حد تک قوم سے کیے گئے وعدے نبھائے گئے ہیں۔

امیدوار: چلیں اسی بات کے بہانے آپ سے درخواست ہے کہ ووٹ ہماری پارٹی کو ہی دیجیے گا۔ ہم سے ماضی میں جو کمی یا کوتاہی ہوئی ہے ان شاء اللہ ہم آیندہ اس کا ازالہ کریں گے۔

ووٹر: (اثبات میں سر ہلاتے ہوئے) ان شاء اللہ ووٹ تو آپ ہی کی پارٹی کا ہوگا لیکن مخلصانہ مشورہ ہے کہ منتخب ہونے کے بعد حلقے کے عوام سے رابطہ ضرور رکھا کریں تاکہ جب بھی الیکشن آئے، میرے جیسے لوگوں سے ووٹ مانگتے ہوئے کسی قسم کی دشواری پیش نہ آئے۔

امیدوار: (الوداعی مصافحہ کرتے ہوئے) شکریہ جناب! ہمیں ایسے قیمتی ووٹوں کی ضرورت ہے، پورے خلوص سے کوشش ہوگی کہ آیندہ آپ کو کسی قسم کا شکوہ شکایت نہ ہو۔

ووٹر: امید ہے ایسا ہی ہوگا۔

امیدوار: اللہ حافظ!

ووٹر: اللہ حافظ!

(امیدوار کے کار میں روانہ ہونے تک ووٹر مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ دروازے پہ کھڑا رہتا ہے۔)

۷ دو سہیلیوں کے درمیان کمپیوٹر، انٹرنیٹ کے مثبت اور منفی استعمال پر مکالمہ

(سال دوم کی طالبہ رضیہ کمپیوٹر سائنس کے ایک سبق کی رہنمائی لینے کے لیے اپنی سہیلی حلیمہ کے گھر آئی جسے کمپیوٹر کے متعلق بہت سی معلومات حاصل ہیں۔)

رضیہ: السلام علیکم!

حلیمہ: وعلیکم السلام، رضیہ کیسی ہو؟

رضیہ: میں ٹھیک ہوں۔ حلیمہ! مجھے کمپیوٹر سائنس کے موضوع کے بارے میں کچھ مدد چاہیے تھی۔

حلیمہ: (مسکراتے ہوئے) بیٹھ جاؤ! وہ بھی دیکھ لیتے ہیں، چائے وائے کا کیا موڈ ہے؟

رضیہ: نیکی اور پوچھ پوچھ۔

حلیمہ: (اٹھ کر کچن میں جاتی ہے پانچ چھے منٹ بعد چائے لے کر آتی ہے) لو چائے لو اور یہ بتاؤ کس موضوع نے تمھیں اتنا

Please visit for more data at: www.pakcity.org

www.pakcity.org www.pakcity.org www.pakcity.org

پریشان کر دیا ہے؟

رضیہ: (ہنستے ہوئے) میری پریشانی تو تمھاری چائے نے دور کر دی ہے۔ رہی بات سبق کی، تم مل گئی ہو تو یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔

حلیمہ: مسئلہ تو بتاؤ؟

رضیہ: ٹیچر نے آج ہمیں پاور پوائنٹ کے بارے بتایا، سر کے اوپر ہی سے گزر گئیں ان کی ساری باتیں۔

حلیمہ: بس! اتنی سی بات نے تمھیں پریشان کر دیا۔ تم دیکھنا میں تمھیں کمپیوٹر پر پاور پوائنٹ کا طریق کار بھی سکھاتی ہوں اور ایک Presentation بھی تیار کر کے دکھاتی ہوں۔

رضیہ: Presentation رہنے دو۔ مجھے صرف پاور پوائنٹ کی خاص خاص باتیں بتا دو۔

حلیمہ: (کتاب کو سامنے رکھتے ہوئے متعلقہ سبق پڑھتی جاتی ہے اور کمپیوٹر پر ساتھ ساتھ سمجھاتی جاتی ہے۔ رضیہ سیکھنے میں گہری دل چسپی ظاہر کر رہی ہے) بتاؤ جی! اب پاور پوائنٹ کی سمجھ آئی یا نہیں؟

رضیہ: واقعی تم تو کمپیوٹر کی استاد بن چکی ہو۔ اب تو میں بڑی آسانی سے اس کا عملی مظاہرہ بھی کر سکتی ہوں لیکن اس کا فائدہ کیا ہے؟

حلیمہ: دیکھو رضیہ! یہ موجودہ سائنسی دور کی بہترین ایجاد ہے۔ پڑھنے لکھنے میں اور عملی زندگی میں اس کے بہت سے فائدے ہیں۔ اِن پیج، ورڈ، ایکسل یا پاور پوائنٹ ہوں، ضرورت کے مطابق ان کا استعمال انتہائی مفید ہے۔

رضیہ: کیا انٹرنیٹ بھی ہمارے لیے سود مند ہے؟

حلیمہ: کیوں نہیں! انٹرنیٹ نے تو دنیا کو گلوبل ویلیج میں تبدیل کر دیا ہے۔

رضیہ: یہ تو ٹھیک ہے لیکن اس کا درس و تدریس میں کیا فائدہ ہے؟

حلیمہ: یہ جو تم اتنا سفر کر کے ایک سبق کی راہ نمائی لینے کے لیے میرے پاس آئی ہو، انٹرنیٹ کے ذریعے سے گھر بیٹھ کر بھی سمجھ سکتی ہو۔ یہ ایک سبق کیا، کسی بھی موضوع پر راہ نمائی درکار ہو تو اس سے بہتر ذریعہ کوئی نہیں ہے۔ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ نے ہماری زندگی کو انتہائی آسان بنا دیا ہے۔

رضیہ: لیکن اس کے نقصانات بھی تو ہیں۔

حلیمہ: نقصانات کے ذمے دار ہم خود ہیں، اس کی ایجاد میں کوئی قصور نہیں ہے۔ انگریزی کا ایک مشہور مقولہ ہے ناں:

"Excess of everything is bad." یعنی ہر چیز کی زیادتی نقصان دہ ہے۔

ہم اندھا دھند کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا استعمال کریں گے تو یقیناً اس سے بھی نقصان ہو گا اس لیے ہمیں اعتدال سے کام لینا چاہیے۔

رضیہ: آج تو تم مجھے دوست کم اور استاد زیادہ نظر آتی ہو۔ سچ کہہ رہی ہوں ناں؟

حلیمہ: (ہنستے ہوئے) ایسی بھی کوئی بات نہیں، ہم بے تکلّف دوست ہیں اس لیے میں نے تمھارے ساتھ کھل کر گفت گو کی ہے۔

Please visit for more data at: www.pakcity.org

www.pakcity.org www.pakcity.org www.pakcity.org

رضیہ: میں تمھاری شکر گزار ہوں۔ اب میں اجازت چاہتی ہوں، دیر ہو رہی ہے، باہر میرا رکشا بھی آ گیا ہے۔ اللہ حافظ!

حلیمہ: اللہ حافظ!

(حلیمہ اپنی دوست کو رخصت کرتی ہے اور وہ رکشے میں بیٹھ کر روانہ ہو جاتی ہے۔)

۸ دو دوستوں کے درمیان سگریٹ نوشی کے مضر اثرات پر مکالمہ

(دانیال اور دانش چھٹی کے بعد کالج سے ملحق پارک میں بیٹھے ہیں اور کسی موضوع پر گفت گو کر رہے ہیں، ان کا ہم جماعت یاسر سگریٹ کی ڈبیا سے سگریٹ نکالتا ہوا ان کے پاس آتا ہے۔)

دانیال: (بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے) یاسر بھائی! ادب سے گزارش ہے کہ سگریٹ مت سلگائیں، مجھے اس کے دھوئیں سے سخت الجھن ہوتی ہے۔

یاسر: (لاپروائی سے) میں جانتا ہوں کہ آپ بہت نازک مزاج ہیں۔ واقعی آپ جیسے لوگوں کو دھوئیں سے سانس لینے میں دشواری ہوتی ہے مگر میں مجبور ہوں، میں اس کافر کے بغیر رہ نہیں سکتا۔

دانیال: بھائی! آپ اس بات کو کب سمجھو گے کہ یہ آپ کی صحت کے لیے کس قدر نقصان دہ ہے۔ (یاسر بغیر جواب دیے سگریٹ نوشی کے لیے پارک کی دوسری جانب چلا جاتا ہے۔)

دانش: چھوڑو دانیال! یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔

دانیال: ہاں! لیکن سگریٹ نوشی انسان کی صحت کو بری طرح متاثر کرتی ہے۔

دانش: بالکل ایسے ہی ہے۔ سگریٹ میں موجود نیکوٹین وقتی طور پر تو دماغ کو سکون بخشتی ہے لیکن جسم کو بھرپور نقصان پہنچاتی ہے اور نیکوٹین ہی ہے جو سگریٹ کے نشے اور عادت کا باعث بنتی ہے۔

دانیال: سگریٹ کی لت بہت سی بیماریوں کو جنم دیتی ہے۔

دانش: یہ بھی تم نے ٹھیک کہا، سگریٹ نوشی جسم میں سب سے زیادہ پھیپھڑوں کو نقصان پہنچاتی ہے اور کینسر کا باعث بنتی ہے۔

دانیال: بالکل! اس کے علاوہ آنکھوں کا پیلا پڑنے اور رنگت میں فرق آنے کا بھی باعث ہے۔

دانش: (کچھ سوچ کر) دانیال! تم نے غور کیا کہ سگریٹ نوشی کا رجحان آج کل کے نوجوانوں میں تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

دانیال: (اثبات میں سر ہلاتے ہوئے) افسوس! کہ یاسر جیسے کئی نوجوان سگریٹ نوشی کی زد میں آ جاتے ہیں اور نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی صحّت کی بربادی کا سبب خود بنتے ہیں۔

دانش: بالکل بھائی! یہ کہاں کی دانائی ہے کہ رقم بھی ضائع کرو اور صحّت و تندرستی بھی۔

Please visit for more data at: www.pakcity.org

www.pakcity.org www.pakcity.org www.pakcity.org

دانیال: (کچھ توقف سے) مجھے یاد ہے کہ ہمارے کالج کی ایک تقریب میں پرنسپل صاحب نے کہا تھا کہ جلتے ہوئے سگریٹ کے ایک سرے پر آگ کا دھواں اور دوسرے سرے پر ایک احمق کش پہ کش لگا رہا ہوتا ہے۔ عقل منداور مہذب شخص اپنی صحت وتندرستی کا خیال خود ہی رکھتا ہے۔ اگر ہم سگریٹ اور اس جیسے تمام نشوں سے دور رہیں گے، تبھی ہم ایک صحت مند معاشرے کی بنیاد رکھ سکیں گے۔

دانش: ہماری حکومت کو چاہیے کہ سگریٹ نوشی کی روک تھام کے لیے موثر اقدامات کرے تاکہ ہمارا معاشرہ اس بیہودہ لت سے عوام النّاس بالخصوص نوجوانوں کو محفوظ رکھ سکے۔

دانیال: میرے خیال میں تو حکومت کو سگریٹ کی قیمت اتنی بڑھا دینی چاہیے کہ یہ عام لوگوں کی دسترس میں نہ ہو۔ اس سے سگریٹ نوشی کے رجحان کو کم کیا جا سکتا ہے۔

دانش: جی ہاں! حکومتی پالیسی سخت سے سخت تر ہونی چاہیے مگر پھر بھی اپنی صحت اور زندگی کا احساس جب تک ہمیں خود نہیں ہوتا، اس وقت تک کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔

دانیال: ایسے لوگوں کو اللہ ہی ہدایت دے جو اپنا ہی جسم سگریٹ اور منشیات سے تباہ کرتے ہیں۔

دانش: میں اصل بات تو بتانا ہی بھول گیا۔ کل لاوا کلب کے ساتھ کرکٹ کا میچ ہوگا۔ تم نے ضرور آنا ہے تاکہ یہ میچ بھی ہم اپنے نام کر سکیں۔

دانیال: ضرور، ضرور۔ ان شاء اللہ کھیلیں گے۔

دانش: اللہ حافظ!

دانیال: اللہ حافظ!

چند مجوزہ مکالمہ جات

- دو دوستوں کے درمیان ڈینگی بخار سے حفاظت کے موضوع پر مکالمہ تحریر کریں۔
- دو دوستوں کے درمیان موبائل فون کے فوائد اور نقصانات پر مکالمہ لکھیں۔
- دو دوستوں کے درمیان برداشت اور صبر وتحمل کے موضوع پر مکالمہ تحریر کریں۔
- استاد اور شاگرد کے درمیان وقت کی پابندی کے موضوع پر مفصّل مکالمہ تحریر کریں۔
- ڈاکٹر اور مریض کے درمیان کرونا وبا سے بچاؤ کے حوالے سے قدرے مفصّل مکالمہ تحریر کریں۔
- دو دوستوں کے درمیان اردو زبان کی اہمیت کے موضوع پر مکالمہ تحریر کریں۔
- استاد اور شاگرد کے درمیان ''ٹی۔ وی کے فوائد'' پر مکالمہ تحریر کریں۔
- طالب علم اور سٹیشنری فروش کے درمیان سٹیشنری کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے بارے میں مکالمہ لکھیں۔
- وقت کی پابندی کے موضوع پر بہن اور بھائی کے درمیان مکالمہ تحریر کریں۔

Please visit for more data at: www.pakcity.org

- دو دوستوں کے درمیان ابتدائی طبی امداد کے بارے میں مکالمہ تحریر کریں۔
- ''تعلیم ہر بچے کا بنیادی حق ہے'' کے موضوع پر دو دوستوں کے درمیان مکالمہ تحریر کریں۔
- دو ہم جماعتوں کے درمیان کھیلوں کے فائدے اور نقصانات پر ایک مکالمہ تحریر کریں
- دو دوستوں کے درمیان لوڈ شیڈنگ کے موضوع پر مکالمہ لکھیں۔
- گاہک اور درزی کے درمیان ایک مفروضہ مکالمہ لکھیں۔

آپ بیتی یا خودنوشت

آپ بیتی اور خودنوشت ہم معنی الفاظ ہیں۔ آپ بیتی سے مراد ہے ان حالات، واقعات اور کیفیات کا بیان سے جن سے کوئی شخص خود گزرا ہو۔ خود کے معنی بھی اپنے آپ کے ہیں جب کہ نوشت فارسی کے مصدر نوشتن سے نکلا ہے جس کے معنی لکھنا، تحریر کرنا وغیرہ کے ہیں۔ گویا اپنی ذاتی زندگی کے احوال و واقعات کا ایسا بیان آپ بیتی یا خودنوشت کہلاتا ہے جس میں مصنّف کی داخلی کیفیات اور احساسات بھی شامل ہوتے ہیں۔ ایک اچھی آپ بیتی زندگی کے بارے میں مصنّف کے نقطۂ نظر کی ترجمان ہوتی ہے جو مندرجہ ذیل دو خصوصیات کی حامل ہوتی ہے:

(الف) زندگی کا غیر جانب دارانہ جائزہ (ب) متاثر کُن اسلوبِ نگارش

اردو زبان میں آپ بیتی کا آغاز مولانا جعفر تھانیسری کی خودنوشت ''کالا پانی'' سے ہوا۔ اردو زبان و ادب کے حوالے سے مولانا حسرت موہانی کی ''قیدِ فرنگ'' ایک بہترین خودنوشت ہے۔ دیوان سنگھ مفتون کی ''نا قابلِ فراموش''، جوش ملیح آبادی کی ''یادوں کی برات''، احسان دانش کی ''جہانِ دانش'' اور قدرت اللہ شہاب کی ''شہاب نامہ'' جیسی تحریریں بھی اردو ادب کا سرمایہ ہیں۔

ہمارے نصاب میں عام طور پر شخصیات کی آپ بیتی موضوعِ بحث نہیں ہوتی بلکہ غیر حقیقی اشیا، جمادات اور نباتات آپ بیتی کا موضوعِ سخن ہوتے ہیں۔ ان چھوٹے چھوٹے موضوعات پر آپ بیتی لکھنا دراصل ادیبانہ اسلوب کا تقاضا کرتا ہے۔ جس طرح انشائیہ کا موضوع کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز مچھر، کیڑا، اور عینک وغیرہ ہو سکتے ہیں جن کے متعلق لکھتے ہوئے انشائیہ نگار ایسا نیم مزاحیہ اندازِ تحریر اختیار کرتا ہے کہ قاری زیرِ لب مسکراتے ہوئے ایک نشست میں اسے پڑھ لیتا ہے، ایسا ہی اندازِ تحریر آپ بیتی کے لیے بھی اختیار کرنا چاہیے۔ کرسی، میز، مکان، پھول اور درخت جیسے موضوعات چنیے اور ان مجرّد اور بے زبان اشیا کو مشخّص کرتے ہوئے انھیں گویائی دیجیے اور قلم کی جولانیاں دکھائیے اور ایک اچھے شاعر اور ادیب کی طرح اپنے مشاہدے، تجربے اور قوّتِ متخیّلہ کو بروئے کار لاتے ہوئے حقیقت اور مبالغہ آرائی کے خوب صورت امتزاج سے بامقصد تحریر صفحۂ قرطاس پر منتقل کر دیجیے۔

Please visit for more data at: www.pakcity.org

www.pakcity.org www.pakcity.org www.pakcity.org

تلخیص نگاری

تلخیص عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی خلاصہ، خلاصہ کرنا، خالص بنانا، مختصر کرنا، چناؤ اور پاک صاف کرنا کے ہیں۔نگاری فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں تحریری رنگ آمیزی، زینت، زیبائش اور کتابت وغیرہ۔اردو میں یہ لفظ بطور لاحقہ مستعمل ہے، جیسے: مضمون نگاری، تبصرہ نگاری، نامہ نگاری وغیرہ۔تلخیص نگاری سے مراد ہے کسی اقتباس کو اختصار اور جامعیت سے لکھنا، کسی اقتباس یا عبارت کا خلاصہ یوں بیان کرنا کہ اس کے تمام غیر ضروری الفاظ و تراکیب کی جگہ مختصر اور جامع الفاظ اس کا اصل ظاہر کریں۔تلخیص نگاری سے عبارت کا اصل جوہر منظرِ عام پر لایا جاتا ہے۔

خلاصہ اگرچہ اصل مضمون، اصل دستاویز یا اصل متن کا نعم البدل نہیں ہوتا تاہم محدود وقت میں معلومات کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔یہ خاص مقاصد کے حصول کے لیے تخلیق کیا جاتا ہے۔مختصر اور جامع الفاظ قاری کو کسی مضمون کی وسعت یا متن کی طوالت سے اکتاہٹ کا شکار نہیں ہونے دیتے اور وہ تحریر کا لبِ لباب بآسانی سمجھ پاتا ہے اور فیصلہ کرتا ہے کہ اصل تحریر کا مطالعہ اس کے لیے ضروری ہے یا نہیں۔تلخیص نگاری سے تحریر و تقریر میں غیر ضروری طوالت سے احتراز ممکن ہوتا ہے۔اس سے ایک طرف بیان کے مقصد کی تحصیل آسان ہوتی ہے اور دوسری طرف وقت کی بچت بھی۔عطش درانی لکھتے ہیں:

"تلخیص کسی عبارت کو کم از کم الفاظ میں اس طرح لکھنا کہ اس عبارت کا تاثر برقرار رہے اور کوئی بات محلِ نظر نہ ہو، تلخیص نگاری کہلاتی ہے۔"

تلخیص نگاری کے لیے چند اہم ہدایات:

۱۔تلخیص اصل عبارت کی ایک تہائی تک محدود رکھیے۔ ۲۔تلخیص میں عبارت کے اصل نکات ضرور درج کریں۔

۳۔تلخیص ایک جامع پیراگراف میں لکھیے۔ ۴۔مکالمانہ انداز کو بیانیہ میں بدلنا چاہیے۔

۵۔غیر ضروری تراکیب، مترادفات، تشبیہات وغیرہ سے گریز کریں۔ ۶۔عبارت کا مناسب عنوان تجویز کریں۔

نمونۂ تلخیص

(۱)

درختوں کی بہتات ہوا میں موجود آبی بخارات میں اضافے کا باعث بنتی ہے اور بارش کے ذریعے فضائی آلودگی کو کم کرنے میں اہم کردار انجام دیتی ہے۔اس کے علاوہ درختوں کی وجہ سے زمینی اور صوتی آلودگی بھی کم ہوتی ہے۔وہ علاقے جہاں سیم اور تھور زیادہ ہو، وہاں درخت زمین سے پانی جذب کر کے زیرِ زمین پانی کی مقدار کو کم کر دیتے ہیں۔اس طرح پانی کی سطح نیچے چلی جاتی ہے اور زمین قابلِ کاشت بن جاتی ہے۔پھل دار درخت اور پھول دار پودے مناظرِ فطرت کو پرکشش بناتے ہیں۔سبزہ مال مویشیوں کی

Please visit for more data at: www.pakcity.org

www.pakcity.org www.pakcity.org www.pakcity.org

خوراک بنتا ہے۔درختوں کی وجہ سے فرنیچر، ریشم اور گتہ سازی جیسی صنعتیں فروغ پاتی ہیں۔درخت نہ صرف ہمارے بہترین دوست ہیں بلکہ ان پر چڑیا اور فاختہ جیسے بے شمار پرندے گھونسلے بناتے، پرورش پاتے اور چہچہاتے ہیں،اس لیے انھیں بلا وجہ ایندھن کی نذر نہیں کرنا چاہیے۔

مجوّزہ عنوان: درخت ایک نعمت

تلخیص: درختوں کی پیدا کردہ نمی بارشوں کا سبب بنتی ہے۔ان کی بہتات زمینی،صوتی اور فضائی آلودگی کو کم کرتی ہے۔درخت زمین کو زرخیز بناتے اور ماحول کو سجاتے ہیں۔ان سے لکڑی کی صنعت فروغ پاتی ہے۔انسانوں اور پرندوں کے یہ دوست ایندھن کی نذر نہیں ہونے چاہییں۔

(۲)

اخلاقی لحاظ سے بلاضرورت کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا اور بھیک مانگنا نہایت بُرا فعل ہے۔ ہمارے معاشرے میں آج کل گداگری ایک پیشے کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ ہمارے ملک کے چھوٹے بڑے شہر، قصبے اور دیہات بھی اس کا شکار ہو چکے ہیں۔ مختلف قومی اور مذہبی تہواروں کے موقع پر گداگروں کی قطاریں لگی نظر آتی ہیں۔گلی محلوں میں بھیک مانگنے والے گداگروں کے انداز بہت عجیب ہوتے ہیں۔کوئی اونچی آواز میں التجا کرتا ہے تو کوئی دعائیں دیتا ہے اور کوئی مُترنّم صدائیں دیتا نظر آتا ہے۔معذور لوگوں کے ساتھ صحت مند مرد و خواتین جگہ جگہ بھیک مانگتے نظر آتے ہیں۔معروف اور مصروف شاہراہیں ہوں یا چوک چوراہے، بھکاریوں کی طرح طرح کی اداکاری اور انداز ہر کسی کو سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ آخر ہمارا معاشرہ کس طرف کو جا رہا ہے؟

مجوّزہ عنوان: گداگری ایک سماجی مسئلہ

تلخیص: گداگری جیسا برا فعل پیشے کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ہمارے ملک میں ہر تہوار پر ہر جگہ گداگروں کی کثرت نظر آتی ہے۔گلیوں اور شاہراہوں پر معذوروں کے ساتھ تندرست لوگ بھیک کے لیے ہمہ اقسام صدائیں دیتے اور فکر انگیز اداکاری کرتے نظر آتے ہیں۔

مشقی عبارات

۱

ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں دو قسم کی قومیں ہیں۔ایک وہ جس نے اپنے باپ دادا کو درجۂ کمال تک پہنچا ہوا نا قابلِ سہو و خطا سمجھ کر ان کے علوم و فنون اور طریقۂ معاشرت کو کامل سمجھا اور اس کی پیروی پر جمی رہی اور اس کی بہتری اور ترقی پر اور نئی چیزوں کے اخذ و ایجاد پر کچھ کوشش نہیں کی۔دوسری قوم نے کسی کو کامل نہیں سمجھا اور ہمیشہ ترقی میں نئے نئے علوم و فنون اور طریقۂ معاشرت کے ایجاد میں کوشش

Please visit for more data at: www.pakcity.org

www.pakcity.org www.pakcity.org www.pakcity.org

کرتی رہی۔اب دیکھ لو کہ ان دونوں قوموں میں کیا فرق ہے۔کون ترقی اور کون تنزل کی حالت میں ہے۔

۲

سرسید نے اپنے خیالات کے ظاہر کرنے میں بناوٹ اور تصنّع کو کبھی دخل نہیں دیا۔جس سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ ابتدا میں مطلب نگاری شروع کی تھی،غدر کے زمانے تک جو کہ تقریباً بیس برس کا ہوتا ہے، اپنے سیدھے سادے نیچرل اسٹائل (قدرتی اسلوب) میں ہر قسم کی تحریریں کیا کتابیں،کیا مضامین،کیا مقدمات کے فیصلے اور تحریریں برابر لکھتے رہے۔اس میں بیس سال کی مشق اور مہارت نے جو کہ ایک انداز پر متصل جاری رہی اور پیچیدہ مضمون کے سلجھانے کی ایک غیر معمولی طاقت پیدا کر دی۔

۳

انسان ایک ایسی ہستی بنایا گیا ہے جس کی فطرت میں آزادی اور خود مختاری رکھی گئی ہے۔وہ ذی عقل اور ذی شعور ہے۔اس کو تمام قوائے ظاہری اور باطنی دیے گئے ہیں۔ان کے استعمال پر جس طرح کہ وہ چاہے قادر ہے۔تمام کاموں کے شروع کرنے کی سمجھ اور ان کے انجام کی سوچ اُس کو دی گئی ہے تاکہ ہر کام کا آغاز اور انجام سوچ لے۔اس کی فطرت ایسی ہے کہ اپنے لیے آپ تمام چیزیں مہیا کرنے کے لیے حاجت مند ہے۔وہ ضروریاتِ زندگی فراہم کر سکتا ہے۔وہ قدرت رکھتا ہے۔پس یہ تمام چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اس پہلے کے صانع کی مرضی یہی تھی کہ یہ پتلا آپ اپنا مالک رہے۔

۴

دنیا میں جب بھی حق پر بُرا وقت آیا، جب بھی جھوٹ اور کذب کے طوفانوں نے حق کو گھیرا، جب بھی ظلمت کی آندھی چڑھی، حق کے دیوانوں نے بڑھ چڑھ کر اس چیلنج کا مقابلہ کیا۔تعداد کی قلّت کے باوجود باطل کی کثرت کے سامنے ڈٹ گئے، سینہ سپر ہو گئے۔باطل کے ظاہری رعب اور دبدبہ کے باوجود اُن کے پائے استقامت نہیں لڑکھڑائے۔وہ قطعاً نہیں گھبرائے، وہ جان و مال اور اہل و عیال کی قربانی دینے کے لیے ہمیشہ تیار تھے اور رہے۔کرب و بلا کی داستان بھی ان ہی اہلِ ایماں کے خون سے رنگین ہے۔بدر و حنین کا معرکہ بھی ان ہی کے ایمان و ایثار کا منھ بولتا ثبوت ہے۔دنیا میں باطل آج بھی ذلیل و رسوا ہے اور حق آج بھی سر بلند ہے۔آج بھی حق فاتح ہے اور اس کا ڈنکا بجتا ہے۔

۵

جو اشخاص شہرت کے آسمان پر آفتاب ہو کر چمکے ہیں، اُن کے سوانح کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے دن رات ان تھک محنت کرتے ہیں۔لیکن وہ نوجوان عموماً سست اور کاہل ہوتے ہیں جو اپنے زعم میں یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کی ترقی کا سبب اُن کی ذہانت اور ذکاوت تھی، نہ ان کی ذاتی کوشش۔یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ جتنا کوئی شخص سست اور کاہل ہوگا، اتنا ہی اس بات کا قائل ہوگا کہ بڑے بڑے کام صرف ذہین اشخاص ہی کر سکتے ہیں۔ذہانت کیا ہے؟ انتہا درجے کی کاوش کرنے کی

Please visit for more data at: www.pakcity.org

www.pakcity.org www.pakcity.org www.pakcity.org

اہلیت کا دوسرا نام ۔ کاش! ان سُست اور کاہل نوجوانوں کو ان تکالیف، ان مصائب اور ان ناکامیوں کا علم ہوتا جو بڑے کام کرنے والی ہستیوں کے سدِ راہ ہوتے ہیں تو یقیناً اُن کی ڈھارس بندھ جاتی اور وہ بھی کام کرنے کے لیے کمر باندھ لیتے۔

٦

کسی غیر زبان کو ذریعۂ علم بنانا حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ جاپان میں جاپانی، چین میں چینی، انگلستان میں انگریزی، فرانس میں فرانسیسی، جرمنی میں جرمن غرضیکہ ہر ملک کے اندر وہی زبان ذریعۂ تعلیم ہے جس کو سب بخوبی سمجھتے ہیں سوائے پاکستان کے، جہاں سب لوگ سمجھتے تو اُردو ہیں لیکن یہاں ذریعۂ تعلیم انگریزی ہے اور اسی وجہ سے ہمارا معیارِ تعلیم پست ہے۔ علم اسی زبان میں اچھی طرح دی جاسکتی ہے جس کو طالب علم آسانی سے سمجھ سکیں۔ ہمارے یہاں تعلیم اس زبان میں دی جاتی ہے جس کو سمجھنے سمجھانے میں دس سال کا عرصہ لگ جاتا ہے اور پھر کہیں جا کر صحیح معنوں میں علم سیکھنے کا آغاز ہوتا ہے۔ ہمارے زوال، پستی اور نالائقی کا واحد سبب یہی ہے کہ ہم نے اُردو کو ذریعہ تعلیم نہیں بنایا اور ہم اپنا قیمتی وقت علوم سیکھنے کے بجائے انگریزی سیکھنے میں ضائع کر دیتے ہیں۔

٧

تعلیمی پستی اور کم شرحِ تعلیم کے یوں تو بہت سے اسباب ہیں اور اُن کی تفصیل کے لیے دفتر کے دفتر درکار ہیں لیکن میرے خیال میں گرتے ہوئے معیارِ تعلیم کا بنیادی سبب اور اصل وجہ تعلیم کے لیے مثبت منصوبہ بندی کا فقدان ہے۔ سستی شہرت اور نام نہاد نعرۂ ترقی نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی ہے۔ نام نہاد ماہرین نے تعلیم کو عام کرنے کا نعرہ لگایا تو ہر ضلع، تحصیل اور قصبے میں تعلیمی ادارے منصۂ شہود پر آئے۔ ان میں سے بہت سے تعلیمی ادارے اپنی قسمت کو رو رہے ہیں اور نونہالانِ قوم بھی مفت میں اپنی جان کھو رہے ہیں۔ تعلیمی ادارے تو ہر جگہ موجود ہیں مگر طلبہ و طالبات، اساتذہ، والدین اور دیگر متعلقہ افراد کی عدم توجہی اپنا کردار ادا کر رہی ہے۔ اساتذہ ہیں کہ رہائش کے مسئلہ سے دوچار دربدر مارے مارے پھرتے ہیں۔ عوام اتنے بے حس ہو چکے ہیں کہ ان کا تعاون نہ ہونے کے برابر ہے۔ جب تک تعلیمی ادارے مذکورہ بالا مسائل سے دوچار رہیں گے، معیارِ تعلیم گرتا چلا جائے گا۔

٨

انسان کے اردگرد کا ماحول اس کی فطرت کی عکاسی کرتا ہے۔ صحت مند انسانوں سے صحت مند معاشرے جنم لیتے ہیں۔ صحت کی قیمت پر کوئی بھی ترقی خوش آئند نہیں ہوا کرتی۔ انسان دوستی اور پائیدار معاشرے کے شفاف تصور کے لیے ہر شخص کو، جہاں تک اس کی دسترس ہے، اپنا فرض ادا کرنا ہوگا۔ چنانچہ ہم پر لازم آتا ہے کہ ہم اپنی ضرورتیں اس طرح پوری کریں جن سے وسائل پر کم سے کم بوجھ پڑے۔ یہ نہ ہو کہ ہمارے آج کے آرام و آسائش کا خمیازہ ہماری آنے والی نسلوں کو بھگتنا پڑے۔ اس کی ابتدا کا پہلا، آسان اور سب سے مناسب راستہ یہ ہے کہ ہم ماحولیات کے بنیادی اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے، پانی، توانائی اور باقی چیزوں کو کفایت سے

Please visit for more data at: www.pakcity.org

www.pakcity.org www.pakcity.org www.pakcity.org

استعمال کریں۔ اگر ماحول کی تبدیلی موجودہ رفتار سے جاری رہی تو زیادہ امکان یہی ہے کہ آنے والی نسلوں کے لیے تباہ و برباد شدہ ماحولیاتی نظام ہی باقی رہ جائے گا۔

۹

”قدرت نے نواب محسن الملک کو بہت سی خوبیاں عطا کی تھیں۔ وجاہت، ذہانت، خوش بیانی اور فیاضی ان کی ایسی عام اور ممتاز صفات تھیں کہ ایک راہ چلتا بھی چند منٹ کی بات چیت میں معلوم کر لیتا تھا۔ خطاب یا نام اٹکل سے رکھ دیے جاتے ہیں۔ مسمّٰی کی خصوصیات کا ان میں مطلق لحاظ نہیں ہوتا۔ نام رکھتے وقت تو ممکن ہی نہیں۔ عطائے خطاب کے وقت بھی اس کا لحاظ نہیں کیا جاتا لیکن محسن الملک کا خطاب ان کے لیے بہت ہی موزوں نکلا۔ ان میں پارس پتھر کی خاصیت تھی۔ کوئی ہو کہیں کا ہو، اُن سے چھوا نہیں اور کندن کا ہوا نہیں۔ اگر کسی نے سلام بھی کر لیا تو ان پر اس کا بار رہتا تھا اور جب تک اس کا معاوضہ نہ کر لیتے انھیں چین نہ آتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے دشمن کو بھی نہ بھولتے تھے اور یہ میں ذاتی علم سے کہتا ہوں کہ وہ بھی ان کے زیرِ بارِ منت تھے۔“ (مولوی عبدالحق)

۱۰

زبان کا صحیح استعمال اور محاوروں کے برتنے کا سلیقہ ان کا خاندانی وصف ہے جو اپنی پوری رچاوٹ اور ایک نئے توازن کے ساتھ ان کی نثر میں آ گیا ہے۔ شاہد احمد دہلوی کی نثر میں دلی کا وہ سادا بانکپن موجود ہے جو الگ الگ ڈپٹی نذیر احمد اور محمد حسین آزاد کے ہاں ملتا ہے۔ آزاد کی نثر میں استعاروں کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے۔ وہ ایک بات کو کئی کئی استعاروں کے ذریعے ادا کرتے ہیں اور ان کی عبارت رنگین اور تخیّل کے زور سے شوخ اور شگفتہ ہو جاتی ہے۔ نذیر احمد محاوروں کو خوب خوب استعمال کرتے ہیں۔ شاہد کے ہاں نہ استعاروں کی کثرت ہے نہ محاوروں کی لیکن اس کے باوجود ان دونوں صاحب طرز ادیبوں کی نثر کے امکانات جس نقطے پر ملتے ہیں وہاں سے شاہد احمد دہلوی کی نثر پیدا ہوتی ہے۔

مکتوب نگاری

نثری تحریروں میں خط ایک اہم صنف ہے۔ خط کو ”آدھی ملاقات“ بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ خط کسی کے ساتھ رابطے اور کسی کا حال احوال جاننے کی ایک عمدہ صورت بھی ہے۔ خط مکتوب نگار کے دلی جذبات کا عکاس ہے۔ غالب نے مراسلے کو مکالمہ بنا دیا اور مکتوب نگاری میں کئی جدّتیں پیدا کیں۔ ماضی میں مکتوب نگاری ہماری تہذیب کا خوب صورت اظہاریہ تھا۔ اگرچہ موجودہ دور میں سائنسی ترقی نے انسانوں کے درمیان فاصلے کم کر دیے ہیں اور انٹرنیٹ کی سہولت نے ای میل سمیت پیغام رسانی کے بے شمار جدید طریقے متعارف کرا دیے ہیں تاہم مکتوب نگاری کی ضرورت ختم نہیں ہوئی۔ مکتوب نگاری کے فن میں مہارت حاصل کرنا ہماری عملی اور معاشرتی ضروریات کا تقاضا ہے۔ خط لکھنے والے کو عربی زبان میں مکتوب نگار اور جس شخص کو خط لکھا جائے اسے مکتوب الیہ کہا جاتا ہے۔

Please visit for more data at: www.pakcity.org